اسلام میں فرد کے حقوق

(از ڈاکٹر مہدی غلام (مصری)

[یہ مقالہ اسلامی مجلس مذاکرہ میں یکم جنوری کو پڑھا گیا]

یہ مضمون، اسلامی معاشرے کے صرف ایک پہلو سے بحث کرتا ہے، اور وہ پہلو یہ ہے کہ اسلامی معاشرے نے فرد کو کیا حقوق دیئے ہیں۔ قدرتی طور پر یہ حقوق اپنے جلو میں کچھ ایسے فرائض کو بھی لیے ہوئے ہیں، جو ان حقوق کی مطابقت سے معاشرے کے دوسرے افراد یا پوری قوم پر عائد ہوتے ہیں۔ مضمون کی ابتدا قومی زندگی کی سب سے چھوٹی وحدت سے اگر کی جائے تو غالباً یہ آسان طریق کار ہوگا۔ قومی زندگی کی سب سے چھوٹی وحدت، ایک خاندان ہوتا ہے جو قوم اور فرد کے درمیان رشتے کو استوار کرتا ہے۔ اسلام میں خاندانی زندگی کا تصور محبت اور ہمدردی کی مستحکم بنیاد پر قائم ہے۔ یعنی میاں اور بیوی میں محبت، والدین اور اولاد میں محبت، اور پھر ان سب کا دوسرے عزیز و اقارب سے محبت و ہمدردی کا رشتہ، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام میں تو گھر کے ملازمین کو بھی گھر کے افراد کی حیثیت دی گئی ہے۔ چنانچہ اسلام گھریلو ملازموں کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ گھر کے مالک جو کھانا کھائیں، ملازموں کو بھی وہی کھانا ملے، جیسے کپڑے مالک خود پہنیں ملازم کو بھی ویسے ہی کپڑے پہنائے جائیں اور یہی چیز رہائش کے بارے میں بھی کہی گئی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ حقوق پالتو جانوروں تک کو دیئے گئے ہیں۔ ان جانوروں کے تحفظ اور ان کی بہبود کے لیے اسلام نے بڑے واضح احکام دیئے ہیں۔ ان حقوق کی اساس وہ رشتہ ہے جس پر اسلام نے مسلمان گھرانے کی عمارت کھڑی کی ہے، اور اس رشتے کی تشریح قرآن پاک میں یوں کی گئی ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔	خدائے پاک کے وجود کی ایک دلالت یہ بھی ہے کہ اس نے تم میں سے ہی تمہارے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے ہمراہ امن و راحت کی زندگی بسر کرسکو، اور اس نے تمہارے دلوں میں محبت اور جذبۂ ترحم کو جاگزیں کیا ہے

محبت اور دردمندی کے اس سائے میں اسلام نے انسان کو ان حقوق سے سرفراز فرمایا ہے۔

ذاتی تحفظ کا حق | یہ حق ہر فرد کے لیے ہے، اور قوم کو یہ حق ہر فرد کو دینا چاہیے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے اس حق کو اس قدر

مقدس بنا دیا ہے کہ اپنی جان کی حفاظت ہر فرد کے لیے فرض قرار دے دی گئی، ا اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے" لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ، " اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان فراہم نہ کرو" (۲ : ۱۹۵) چنانچہ خودکشی مذہبًا حرام اور گناہِ عظیم ہے۔ رسول مقبول کا یہ ارشاد ہے" جو شخص پہاڑی پر سے کود کر خودکشی کرتا ہے، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اسی عمل کو دہرائے گا اور جو شخص زہر کھائے گا، وہ جہنم میں ہمیشہ زہر ہاتھ میں لیے اسے کھاتا رہے گا، اور وہ شخص جو لوہے کے ڈنڈے سے اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لوہے کا ڈنڈا اپنے پیٹ میں چبھتا رہے گا" یہی نہیں بلکہ خودکشی کے بارے میں فقط سوچنا یا اس کی خواہش کرنا بھی ممنوع ہے، جیسا کہ رسول اکرم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے، " دیکھو تم میں کسی کو ہرگز موت کی خواہش نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ جو کوئی ایسا کرتا ہے، ہو سکتا ہے وہ ایک نیک انسان ہو اور زیادہ دیر تک زندہ رہ کر وہ نیکی کے کچھ اور کام کر جائے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک برا آدمی ہو، مگر کچھ دیر زندہ رہ کر اس کی اصلاح ہو جائے"

تعلیم کا حق

اسلام چونکہ ایک ایسا مذہب ہے جو روشن دماغی کو پسند کرتا ہے اور بصیرت پھیلانا چاہتا ہے۔ اس لیے نہ تو اس کا انحصار جہالت پر ہے نہ ہی یہ ذہنی اضمحلال اور اندھی تقلید کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ انس ابن مالکؓ یہ کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ کے سامنے ایک شخص کا ستائشی انداز میں ذکر کیا گیا۔ اس پر آپ نے پوچھا، اس کی عقل کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ اسے خدا کے رسول وہ انتہائی عبادت گذار ہے۔ اس کا کردار نہایت اعلیٰ ہے۔ وہ بے حد پرہیزگار ہے، وہ بڑا خوش اطوار ہے۔ اس جواب پر رسول اکرمؐ نے اسی سوال کو دہرایا، اس کے جواب میں لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم اس کی تعریف و ستائش اس کی عبادت گذاری اور نیک خصائل کی بنا پر کرتے ہیں لیکن آپ ہم سے اس کی ذہنی تکمیل و تربیت کے بارے میں دریافت فرماتے ہیں، اس پر رسول اللہ نے کہا کہ ایک نادان عبادت گذار اپنی جہالت اور بے خبری کے باعث ایسے ایسے اعمال کا ارتکاب کرتا ہے جو ایک برے انسان کی برائیوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں، لیکن لوگوں میں درجہ بندی تو ان کی خدائے تعالیٰ سے محبت کی بنا پر ان کے اعمال سے ہوتی ہے اور یہ اعمال ان کی ذہنی نشوونما ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اس نکتے کے بارے میں شاید سب سے زیادہ نمایاں دلیل وہ آیت ہے جو سب سے پہلے حضور پر نازل ہوئی اور جو یوں ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔	اپنے خدا کے نام پر پڑھو، جس نے کائنات کی تخلیق کی۔ جس نے انسان کو حقیر مادے سے خلق کیا، پڑھو اور تمہارا خدا جو سب سے زیادہ لائق تقدیس ہے جس نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا

آزادیٔ فکر کا حق

اسلام فرد کو انفرادی و شخصی فیصلے کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ جب قرآن مجید میں مثال کے طور پر اس آیت میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ" یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو وقار بخشا ہے" تو اس وقار میں لازماً دو چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ یعنی ایک طرف تو یہ کہ اسے اپنے اعمال کا ذمّہ دار ہونا چاہیے، اور دوسری طرف یہ کہ انسان کو آزادیٔ فکر میسر ہونی چاہیے۔ رسولِ خدا کے اس ارشاد سے اس بات کی وضاحت پوری طرح ہو جاتی ہے کہ "تم میں سے کسی کو بھی اس عذر کی بنا پر اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیے، کہ میں تو لوگوں کی پیروی کرنے والا ہوں، اگر وہ نیکی کا کام کرتے ہیں تو میں بھی نیک کام کر پاؤں گا۔ اور اگر وہ بدی کی راہ اختیار کرتے ہیں تو میں بھی اسی راہ پر چلوں گا بلکہ تمہیں حق کی راہ پر ثابت قدمی سے چلنا چاہیے، اگر یہ لوگ نیکی کے کام کریں تو ان کی تقلید کرو، لیکن برے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو۔" ایک اور ارشاد میں حضور نے اس اصول کا بیان اس طرح کیا ہے کہ اسے انسان کے ایک حق کے درجے سے اٹھا کر اسے فرض کا رتبہ دے دیا ہے۔ ہر وہ شخص جو تعصب، جھوٹے وقار اور جہالت پر مبنی جنگ لڑتا ہے، اور یوں اپنے قبیلے کے لیے غیظ و غضب کی راہ اختیار کرتا ہے، اپنے قبیلے کے مقاصد کا علمبردار بنتا ہے اور اپنے قبیلے کے نقطۂ نظر کی حمایت کرتا ہے، اگر اس جنگ میں وہ کام آتا ہے تو وہ مسلمان کی موت نہیں مریگا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ ہمیں آزادانہ غور و فکر سے محروم نہیں کیا گیا؛ تاکہ ہم کہیں اسی قسم کی زنجیروں میں جکڑے نہ رہ جائیں، جن میں ظہورِ اسلام سے قبل کے عرب گرفتار تھے، اور جو بہر صورت اپنے قبیلے کی حمایت کرتے تھے، خواہ قبیلہ حق پر ہو یا نہ۔

جہاں تک انسانی فیصلے اور رائے کو قائم کرنے کا تعلق ہے اس میں اسلام نے ہمیشہ غلطی کو قابلِ معافی خیال کیا ہے، بشرطیکہ یہ غلطی دیانتدارانہ غور و فکر کا نتیجہ ہو۔ اسلام کا یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے اخلاقی فیصلے کو بروئے کار لاتے ہوئے صحیح رائے قائم کرے گا اسے دگنا صلہ ملیگا

لیکن اگر وہ غلط رائے قائم کرلے تو اس کا صلہ اسے ایک ہی بار ملیگا اور وہ اس بات کا صلہ ہوگا کہ اس نے اپنی قوت فیصلہ سے کام لیا۔

عورتوں کے حقوق

مسلمان عورت ہی دنیا بھر میں وہ پہلی عورت ہے جو آزادی سے ہمکنار ہوئی، مگر یہاں اس بات کا خیال رہے کہ میں ایسے فرقوں یا قوموں کا ذکر نہیں کر رہا جو کہنے کو تو اسلام کی نام لیوا ہیں۔ مگر اسلام کی صحیح تعلیمات پر عمل نہیں کرتیں۔ آئیے ہم پیغمبر اسلام اور ان کے صحابۂ کرام کے عہد پر نظر ڈالیں۔ اس عہد میں ہمیں جنگ احد میں عورتیں وہی خدمات سر انجام دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جو عہد جدید کی عورتیں ادا کرتی ہیں[1]۔ یعنی فوجیوں کے آرام و آسائش کی نگہبانی اور زخمیوں کی مرہم پٹی جیسی خدمات۔ اس عہد میں ہی ہمیں وہ عورتیں نظر آتی ہیں، جو حضرت عمرؓ سے اس وقت بحث و تمحیص کرتی دکھائی دیتی ہیں جبکہ وہ مسجد میں مہر کی زیادتی کی تنقیص کر رہے ہوتے ہیں۔ اس خطبے کے دوران میں ایک عورت انہیں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر ٹوکتی ہے وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا "اگر تم نے اپنی بیوی کو سونے کا ڈھیر دے دیا ہو تو پھر اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔" اس پر حضرت عمرؓ اس کے اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں "اس عورت نے حق بات کہی جب کہ عمر غلط بات کہہ رہا تھا۔"

چودہ سو برس پہلے اسلام نے عورت کے اقتصادی و معاشرتی حقوق کا واضح اعلان کیا، لیکن مغرب کی عورت اپنی مسلمان بہن سے ایک ہزار برس بعد ان سے ملتے جلتے حقوق حاصل کر پائی[2]۔

---

[1] اس معاملے میں ہم صاحب مقالہ سے اتفاق نہیں رکھتے۔ وہ پاکباز اور نیک نفس خواتین جنگ میں اپنے بھائیوں، شوہروں کی خدمت تو بلا شبہ بڑی بے نفسی اور بے لوثی سے کرتیں مگر وہ عہد حاضر کی عورتوں کی طرح سپاہیوں کے سفلی جذبات کی تسکین کا باعث نہ بنتیں۔ ان کی زندگیاں اتنی پاک اور مقدس تھیں کہ کسی فوجی کا طائر وسوسہ بھی ان کے حریم عصمت کی طرف پرواز نہ کرتا۔ (ترجمان القرآن)

[2] فاضل مقالہ نگار کا یہ خیال کہ مغربی عورت اپنی مسلمان بہن سے ملتے جلتے حقوق حاصل کر چکی ہے انتہائی خوش فہمی پر مبنی ہے۔ عورت کی مٹی جس طرح آج کے اس آزادی اور روشنی کے دور میں پلید ہو رہی ہے اس کی مثال تاریخ انسانی میں بہت کم ملتی ہے۔ آج بیچاری عورت مرد کی ہوسناکی کا محض ایک کھلونا بن کے رہ گئی ہے۔ اس م

ظہورِ اسلام سے پہلے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی جو غیر اسلامی رسم موجود تھی اسلام نے اس کا استیصال کر دیا۔ اور عورتوں کے لیے خاندان میں قابلِ عزت جگہ پیدا کی اور بچوں میں ایسے امتیازی سلوک کو ممنوع قرار دیا جو لڑکوں کے حق میں ہو، چنانچہ رسول اکرم کا یہ ارشاد ہے "ہر وہ شخص جس کی ایک لڑکی ہو، اگر وہ اسے زندہ دفن کرنے سے اجتناب کرتا ہے اس کے ساتھ ذلت کا برتاؤ نہیں کرتا اور اس کے مفاد کے خلاف لڑکے کے حق میں جانبداری کا مظاہرہ نہیں کرتا تو اس کا مقام جنت ہوگا۔" "بہترین مسلمان بہترین صاحبِ اخلاق ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں کے بہترین خاوند ہوتے ہیں۔" "تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک روا رکھتے ہیں اور تم میں سے اعلیٰ ترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اعلیٰ ترین برتاؤ کرتے ہیں، اور تم میں سے میں اپنی عورتوں سے سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔" عورتوں کی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے پیغمبر اسلام اپنی تعلیمات میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ یہ اعلان فرمایا کہ "جنت ماں کے قدموں میں ہے۔"

اسلام نے مسلمان عورت کو اپنے مرحوم رشتہ داروں کی جائداد کا حصے دار بنایا ہے، اور یہ حصہ اس کی مالی ذمے داریوں کے مطابق ہوتا ہے، کیونکہ شادی سے پہلے اور اس کے بعد ہمیشہ عورت کی ضروریات کا بندوبست مرد کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ اور اسے اپنی روزی کمانا نہیں ہوتی۔ اس لیے وراثت میں اس کا حصہ مرد سے آدھا مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ایک مناسب تقسیم ہے اور اس امر میں بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ وراثت کے حصے کی یہ تقسیم مغرب کے اس نظام سے ہزار درجہ بہتر ہے جس کے ذریعے عورت کو اس کے سوا اور کچھ نہیں مل سکتا جس قدر اس کے لیے وصیت نامے میں لکھا گیا ہو،

اسلام نے، ماں اور مادرانہ حیثیت کا مختلف طریقوں سے تحفظ کیا ہے، مثلاً ایک ایسی عورت کو جو امید سے ہو بچے کی پیدائش سے قبل قید کرنا ممنوع قرار دیا ہے، اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کیے

* حمل کرانے اور اولاد جننے اور اس کی پرورش کرنے کی بےشمار ذمہ داریاں عائد کر دی گئی ہیں اور حقوق کے معاملے میں صرف ایک ہی چیز اس بیچاری کے حصہ میں آتی ہے اور وہ ہے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا اختیار۔ اگر اس سلسلہ میں مزید معلومات درکار ہوں تو ایک کتاب "عورت کا حیاتیاتی جرم" ملاحظہ فرمائیں (ترجمان القرآن)

ہیں ان میں سے مہر اور شوہر کی معاشی و معاشرتی حیثیت بھی شامل ہے۔ جو تحفے تحائف خاوند اپنی بیوی کو دے، اسلام انھیں عورت کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ عورت کا سرپرست اسے کسی ایسے شخص سے شادی کرنے سے روکنے کا مجاز ہے جو اس کی اپنی سماجی حیثیت سے کمتر حیثیت رکھتا ہو۔ یہ اقدام اس حالت میں عورت کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے جب وہ اپنے سے کمتر درجے کے مرد پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔

میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ میں غیر اسلامی نظام ہائے حیات پر نکتہ چینی کروں، لیکن مسلمان عورت کے حقوق پر تبصرہ کرتے ہوئے دو ایک باتوں کی جانب اشارہ کرنا لازمی سمجھتا ہوں، ان میں سے ایک تو ملکیت جائداد کا حق ہے، جو مغربی عورت کو حال ہی میں ملا ہے، کیونکہ ابھی کچھ دیر پہلے تک منقول مغربی خاتون کی جاگیر، اور مزدور عورت کی تنخواہ دونوں ہی کو شوہر کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ۱۸۹۱ء تک تو انگریزی قانون شوہر کو بیوی کے محبوس کرنے کا حق بھی دیتا تھا، ۱۸۵۷ء تک کسی انگریز عورت کو پارلیمنٹ کے ایکٹ کے بغیر طلاق حاصل کرنے کا حق تک نہیں تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے ملک میں صرف دو عورتیں طلاق حاصل کر پائی تھیں۔

اسلام نے طلاق کے بارے میں ایسے وسیع اصول اختیار کیے جو عورت اور گھر دونوں کی حفاظت کرتے ہیں، اور پھر ان اصولوں کی بنیادی روح کو نقصان پہنچائے بغیر ہر قوم کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے تجربے اور ضرورتوں کے مطابق ان اصولوں کو عمل میں لائے۔

عالم طفولیت کے حقوق

اسلام کے عطا کردہ انتہائی اہم حقوق عالم طفلی کے وہ حقوق ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی قوانین کی تشکیل کی جاتی ہے۔ اسلام بچوں کے حقوق کو ان کی پیدائش سے بھی پہلے تسلیم کرتا ہے، رسول مقبول نے نیک اولاد کے لیے نیک ماؤں کے انتخاب کا مشورہ دیا: "عورتوں سے خبردار رہو (۲) اور اپنی اولاد کے لیے بہتر ماؤں کا انتخاب کرو۔"

اسلام پیدائش سے قبل بچے کو کسی قسم کی اذیت پہنچانا ممنوع قرار دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حاملہ عورت کو قید کرنے کی اجازت نہیں ہے، ایسی عورت کو بچہ جننے کے بعد ہی سزا دی جاسکتی ہے، پھر بچے کے

نام کے انتخاب میں بھی اس احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ وہ نام مستقبل میں اس کے لیے کسی قسم کی اذیت، شرم یا تشویش کا باعث نہ بنے۔ رسول کریم نے کہا ہے "والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ بچے کو تعلیم دیں۔ اس کا اچھا نام رکھیں اور شادی کی عمر میں اس کی شادی میں اس کی مدد کریں"

والدین کے مقابلے میں بھی اسلام بچے کا تحفظ کرتا ہے۔ اسلام بچے کو روزی کی خاطر ایسے کام کی اجازت نہیں دیتا جو اس کے جسم، ذہن یا اخلاق کو بگاڑے۔ اس مسئلے کے اخلاقی پہلو پر اسلام حضور کے ان الفاظ میں زور دیتا ہے "بچوں کو روزی کمانے پر مجبور نہ کرو، کیوں کہ اگر وہ یہ محسوس کریں گے کہ انہیں اپنی روزی کمانا ہے تو وہ چوری کرنے لگیں گے" اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی کچی عمر میں بچے کا معیار اقدار اتنا پختہ نہیں ہوتا کہ وہ دولت کے حصول میں ذرائع کی پروا بھی کرے چنانچہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ چوری، مکر و فریب اور اسی قسم کی دوسری برائیوں کی ترغیب سے بچ نہ سکے۔

اسلام نے والدین کی طرف سے غلط رہنمائی کے خلاف بھی بچے کی حفاظت کی ہے۔ رسول مقبول فرماتے ہیں "والدین کی بات سننا اور حکم ماننا اسی وقت تک لازم ہے، جب تک کہ وہ غلط کام کرنے کے لیے نہ کہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس قسم کے حکم پر کان دھرنا اور اسے بجا لانا دونوں غیر ضروری ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے ہمسائے کے جو حقوق مقرر کیے ہیں ان پر غور و فکر قابل لحاظ ہے، ہمسایے کے حقوق صرف اس بات تک محدود نہیں ہیں کہ اس سے اچھے ہمسایے کا سا سلوک کیا جائے، بلکہ انہیں تو مسلمان کے دین کا جزو بنا دیا گیا، اسلام نے ہمسایے کو حق شفع عطا کیا ہے جو ہمسایے کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور اسے خصوصی مراعات دیتا ہے۔

مجھے یہاں سرسری سے انداز میں ملازموں کے حقوق کا ذکر بھی کرنا ہے، اسلام نے ملازموں کے حقوق پر اس قدر زور دیا ہے، کہ ان حقوق کو ان الفاظ ہی میں مختصر طور پر سمیٹا جا سکتا ہے کہ ملازموں کو وہی خوراک دی جائے، اور وہی کپڑا پہنایا جائے، جو خود مالک استعمال کرتے ہوں اور پھر مالک کی طرف سے ملازم کو جب بھی کوئی کام دیا جائے تو مالک کو چاہیے کہ اس کام میں ملازم کی مدد کرے۔

گھرانے کے حقوق اس قدر جامع ہیں کہ ان میں جانور تک آجاتے ہیں۔ اسلام نے ہمارے ان بے زبان رفیقوں کی حفاظت کے جو حقوق وضع کیے، ان سے ملتے جلتے اور مشابہ حقوق کے لیے مطالبہ کرنے اور غور و فکر کرنے کے لیے عصرِ حاضر کی انسدادِ بے رحمی مویشیاں ایسی انجمنوں کے وجود میں آنے کے لیے ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ درکار تھا۔ ہمیں سفر کرتے وقت یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ایسی راہ اختیار کریں جس میں چراگاہیں آتی ہوں۔ ایسے اصطبل جہاں مویشی رات بسر کرتے ہوں، ان کے انتخاب میں یہ احتیاط برتی جائے کہ وہ ان کے لیے آرام دہ بھی ہوں اور جراثیم وغیرہ سے پاک بھی۔ حضور نے یہ حکم دیا کہ گرمیوں میں رات کے وقت سفر کیا جائے" تاکہ باربرداری کے جانور دن کی شدید گرمی میں آرام کر سکیں۔ ایک دفعہ آنحضرت نے ایک عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی لڑکیوں سے کہے کہ وہ دودھ دوہنے سے پہلے ناخن تراشیں تاکہ ناخن مویشیوں کے تھنوں کو زخمی نہ کریں۔ انہوں نے ہمیں اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ منڈی میں یا کسی اور جگہ کھڑے ہو کر جب ہم باتیں کرنے یا خوش گپیوں میں معروف ہوں تو ہمیں سواری پر سے اتر جانا چاہیے، کیونکہ جانور ایسے موقعوں کے لیے کرسی یا مونڈھے کا کام دینے کے لیے نہیں ہوتے۔"

مختصر یہ کہ اسلام نے فرد کو معاشرے میں جو حقوق عطا کیے ہیں، ان کا یہ بیان بعض انتہائی اہم حقوق کا بس خاکہ ہی سا پیش کرتا ہے۔ ان حقوق کے سلسلے میں دو نکتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اول تو یہ کہ یہ حقوق کسی جدوجہد یا کشمکش کے نتیجے کے طور پر معرضِ وجود میں نہیں آئے۔ دوسرے یہ کسی اقتدار کی مخالفت میں بعض لوگوں کی جانب سے کیے جانے والے مطالبے کے جواب میں حاصل نہیں ہوئے۔ یہ تو ازراہِ لطف و عنایت، خدائے عادل و رحیم کی جانب سے نازل ہوئے، اور اسلامی معاشرے کے بنیادی جزو بن کر اسلامی سماج کی بنیادی روح کی ترجمانی کرنے لگے۔ دوسرے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام نے ان حقوق کا نفاذ ایک ہزار سال قبل کیا، اور یہ چیز بادشاہوں اور ان کی رعایا کے درمیان کسی قسم کی کشمکش کے بغیر وجود میں آئی، مگر میگنا کارٹا (۱۲۱۵ء) حقوقِ انسانی کا اعلان نامہ ۱۶۰۹ء اور انقلابِ فرانس (۱۷۸۹ء) تاریخ کے وہ ابواب ہیں جنہیں انسانیت کے خون سے لکھا گیا۔ اور ہزاروں لاکھوں انسانی زندگیاں اور بھی تلف ہوئیں لیکن صحت مند انسانی معاشرے کی تعمیر کے لیے اسلام نے یہ انسانی حقوق، انسان کو ایک نعمت اور عطیہ کی صورت میں بخشے۔